علامہ جوادی آملی کی نظر میں

تعلیم وتربیت کے بنیادی اصول

BASIC PRINCIPALS OF EDUCATION & UPBRINGING (From The viewpoint of Jawadi Amoli)

Syed Rizwan Naqvi
Dr.Sh.M.Hasnain

Abstract:

No doubt, education & upbringing is a basic objective of sending prophets as declared in Holly Quran. Ayatollah Allama Jawadi Amoli has presented the concept of education and upbringing (tarbiyat) from the viewpoint of Islam in a distinct way. For him, education is the conceptual development of a person to the level that he/ she could solve complicated scientific and conceptual issues. According to him, the preeminence of upbringing and purification of soul over education is like that of goal over means and real scholars (ulama) are those whom education and knowledge result in their spiritual upbringing. 8 basic foundations of education & upbring have been presented in this article according to the viewpoint of Allama Jawadi Amoli. These are: human ability for education & upbringing, purification, motivation, ridiculation, rationality, dignity and faith.

***Key words**: Amoli, Education, Upbringing, Purification, Dignity, Faith.*

خلاصہ

اگر تعلیم وتربیت اگر ایک معاشرے کی روح قرار دیا جائے تو غلط نہیں ہو گا۔ یہ موضوع اس قدر اہم ہے کہ اللہ تعالی نے انبیائےاکرام کو مبعوث کرنے کا ہدف اور مقصد بھی تعلیم وتربیت، تزکیہ اور تہذیب نفس بیان فرمایا ہے۔ معروف فلاسفر اور مفسر قرآن آیت اللہ جوادی آملی نے تعلیم وتربیت کے معنی اور مفہوم کو ایک الگ اور منفرد انداز سے پیش کیا۔آپ کے مطابق تعلیم عبارت ہے انسان فکری اعتبار سے اس حد تک پہنچ جانے سے کہ مشکل اور پیچیدہ علمی و فکری مسائل حل کرسکے۔ آپ کے مطابق تعلیم وتربیت کاآپس میں گہرا ربط ہے اور حقیقی عالم وہی ہیں جن کی تعلیم، ان کی تربیت کا سبب بنے۔ان کے مطابق تعلیم وتربیت کی اساس وحی الٰہی اور عقل ہیں اور تعلیم وتربیت جبر واکراہ سے نہیں، بلکہ تشویق وترغیب کے ذریعے دی جاسکتی ہے۔

کلیدی کلمات: آملی، تعلیم، تربیت، تزکیہ، کرامت، ایمان۔

آیت اللہ جوادی آملی کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر

آیت اللہ جوادی آملی کا شمار موجودہ زمانے کے مشہور دانشمندوں اور مفسرین میں ہوتا ہے۔آپ نے دینی تعلیمی مراکز کی معروف شخصیات اور بزرگ اساتذہ سے کسب فیض کیا ہے اور آپ اسلامی علوم کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ آپ نے ہزاروں قابل شاگردوں کی تربیت کی ہے اور بہت ساری معروف کتب کے مولف بھی ہیں۔ آپ بہترین اخلاق، کردار اور عمیق فکر کے مالک ہیں اور تشنگان علم کے لیے نمونہ عمل ہیں۔آپ کی قرآن مجید سے محبت اور انس مثالی ہے ۔آپ ایران کے صوبہ مازندران کے شہر آمل میں 1312 ہجری شمسی بمطابق 1933 عیسوی میں ایک مذہبی اور روحانی گھرانے میں پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم اپنے ہی شہر سے حاصل کی۔آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد میرزاابوالحسن جوادی آملی اور چند دیگر علمی شخصیات سے حاصل کی اور ادبیات عرب، منطق، اصول فقہ، فقہ، تفسیر قرآن اور علم حدیث جیسے حوزوی مقدماتی اور استدلالی علوم پر صرف پانچ سالوں میں عبور حاصل کر لیا۔آپ 1955ء میں قم کے دینی تعلیمی مرکز میں داخل ہوئے اور اپنے زمانے کے بزرگ علماء جیسے آیت اللہ بروجردی، آیت اللہ محقق داماد، آیت اللہ مرزا ہاشم آملی، امام خمینیؒ اور علامہ طباطبائی سے کسب فیض کیا۔ اسی دوران آپ نے مختلف علوم کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور قرآن کی تفسیر کی تدریس پر خصوصی توجہ دی۔آپ نے قرآن مجید کی تفسیر کا آغاز 1976ء سے کیا جو ابھی تک جاری ہے۔دراصل، آپ کی تالیفات کا سرچشمہ آپ کا علمی اور عرفانی اخلاق ہے۔ تفسیر تسنیم آپ کی علمی اور عرفانی خصوصیات کا واضح نمونہ ہے۔ آزاد فکری اور جامع علمی شخصیت آپ کی عمدہ خصوصیات ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آپ نے طبری، شیخ طوسی، ملا صدرا، محی الدین عربی، محمد عبدہ، فخر الدین رازی اور علامہ طباطبائی جیسے عالم اسلام کے بزرگ علماء کے نظریات پر نقد و تبصرہ کیا ہے۔ اور آپ کی جامعیت کی دلیل یہ ہے کہ آپ ادبیات و بلاغت ، منطق و فلسفہ ، کلام و عرفان، اصول و فقہ اور تفسیر وحدیث جیسے مختلف اسلامی علوم پر دسترس رکھتے ہیں۔اس تمام تر فضل و کمال کے باوجود آپ کی فروتنی اور خشوع و خضوع بھی مثالی ہے۔

علامہ جوادی آملی کی تفسیری روش

کسی بھی مفسر کی تفسیری روش کا تعلق اس کے منابع سے ہوتا ہے۔ " تفسیر تسنیم "کے مفسر علامہ جوادی آملی کی نگاہ میں تفسیر قرآن کے منابع (Sources) قرآن وسنت اور عقل ہیں۔ اجمالی طور پر تفسیر تسنیم کی روش کو جامع اجتہادی روش کہا جاسکتا ہے۔ اس تفسیر کو " قرآن کی رو سے تفسیر" " سنت کی رو سے تفسیر" اور " عقل کی رو سے تفسیر" کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔ ان میں سے موثر ترین شیوہ اور روش " قرآن کی رو سے تفسیر"۔ تفسیر تسنیم کے

مفسر معتقد ہیں کہ قرآن کی رو سے قرآن کی تفسیر ہی پیغمبر اکرم ﷺ اور اہل بیتؑ کی تفسیری روش ہے جو ہر قسم کی غلطی اور خطا سے محفوظ ہیں اور ان کی پیروی ہمارے لیے نجات کا راستہ ہے۔

علامہ جوادی آملی اور تعلیم وتربیت

علامہ جوادی آملی تعلیم کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ انسان فکری اعتبار سے اس حد تک پہنچ جائے کہ بدیہات (یعنی واضح و روشن چیزوں) کو اپنا منبع (source) قرار دے کر مشکل اور پیچیدہ علمی و فکری مسائل کو حل کر سکے۔ آپ معتقد ہیں کہ انسان علمی و عملی دو پہلوؤں کا حامل ہے اس کا علمی پہلو تعلیم کے ذریعے سے اور عملی پہلو تربیت کے ذریعے سے پرورش پانا چاہیے۔ اگر کوئی شخص علمی طور پر کمزور ہوگا تو وہ تربیتی پہلو سے بھی اتنا ہی کمزور ہوگا لہٰذا آپ نے تعلیم وتربیت کے اعتبار سے انسانوں کو چار گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔ ۱) فاسق عالم؛ ۲) مقدس جاہل؛ ۳) فاسق جاہل؛ ۴) عادل عالم۔ آپ کے مطابق جو لوگ تعلیمی اعتبار سے ٹھیک لیکن تزکیہ و تربیت کے لحاظ سے کمزور ہیں وہ فاسق عالم ہیں۔ وہ لوگ جو فکر اور اندیشہ کے اعتبار سے کمزور لیکن عمل میں درست کار ہیں ایسے لوگ مقدس نما جاہل ہیں۔ وہ لوگ جو تعلیم وتربیت دونوں میں کمزور ہیں وہ جاہلِ فاسق ہیں اور ایسے لوگ جو تعلیم وتربیت دونوں میں ٹھیک ہیں وہ عادل علماء ہیں۔ انسان علمی طور پر جتنا آگے بڑھتا جائے گا وہ تربیت سے اتنا ہی قریب ہوتا جائے گا پھر ایک ایسے مقام پر پہنچ جائے گا جہاں تعلم ہی تربیت بن جائے گی۔[1]

تعلیم وتربیت کے بنیادی اصول

ہر علم کے اپنے مخصوص منابع، بنیادی اصول اور معلومات ہوتی ہیں۔ معلومات، بنیادی اصولوں سے اور بنیادی اصولوں کو منابع سے لیا جاتا ہے اس بنیاد پر علم کا اپنا ایک مبنی ہے۔ اسلامی تعلیم وتربیت کے بنیادی اصول، کلماتِ پروردگار اور دستوراتِ الٰہی ہیں اور اس کا منبع عقل و نقل ہے۔ نقل سے مراد کتاب و سنت ہے۔ دستورات الٰہی سے مراد قرآن مجید، آئمہ معصومینؑ کی سیرت اور فرمودات ہیں جو حقیقی مفسرِ قرآن ہیں۔ معصومین کی سیرت حقیقت میں تفسیرِ قرآن ہے کیونکہ آپ حقائق کو دوسروں سے بہتر جانتے ہیں۔ یہ جو ہم کہتے ہیں کہ اسلامی تعلیم وتربیت کا مبناء وحی الٰہی ہے اس کی بنیاد عقل ہے ہم وحی کی اہمیت اس کے مقام و منزلت اور معصومینؑ کی سیرت کو بھی عقل سے ہی لیتے ہیں پس تعلیم وتربیت کا مبنی بھی عقل ہی ہے کیونکہ جب عقل کا انکار کرتے ہیں تو وحی اور معصومینؑ کی سیرت کے بنیادی طور پر منکر قرار پاتے ہیں۔

وحی دین اور شریعت کے معنی میں نہیں بلکہ وحی کی مثال ایک قسم کی عقل یا شناخت ہے جس کے ذریعے سے ہم دین، شریعت اور خدا کے ارادہ تشریعی اور تکوینی کو کشف کرتے ہیں وحی، کلمات اور پیام الٰہی کو نزول کے ذریعے

سے مخاطبین تک پہنچاتی ہے جو وحی کو مستقیم حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں انسان عقل کے ذریعے سے قرآن و سنت سے استفادہ کرتا ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ جو شخص عاقل نہیں وہ مخاطب وحی بھی نہیں ہے۔[2]

انسان، قابل تعلیم

تعلیم و تربیت کے قرآنی بنیادی اصولوں میں سے ایک اہم اصول، انسان کا قابل تعلیم ہونا ہے۔ قرآن انسان کو تعلیم و تربیت کے قابل قرار دیتا ہے۔ قرآن کے مطابق انسان تو کجا ایک ہدہد میں بھی یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی تعلیم و تربیت کے بموجب بہت کچھ سیکھ لے۔ تو انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے، وہ کیوں کر تعلیم و تربیت نہیں پا سکتا؟ پس انسان قابل تعلیم و تربیت ہے اور انسان کی تعلیم و تربیت، انبیائے الٰہی کا اصل فریضہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُواْ تَعْلَمُونَ۔ (151:2) ترجمہ: "جیسے ہم نے تمہارے درمیان خود تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے اور تمہیں پاکیزہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں ان چیزوں کی تعلیم دیتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔"

اس آیت کے ضمن میں مفسر قرآن آیت اللہ جوادی آملی فرماتے ہیں کہ: "آیات الٰہیٰ کی تلاوت، کتاب کی تعلیم اور تزکیہ نفس دینی قوانین اور تعلیمات کا مجموعہ ہے یعنی دانش نظری و عملی اور واضح و مستحکم تعلیمات یعنی عقائد، اخلاق، فقہ، قانون اور واجب و حرام اور ان جیسے دوسرے علوم کی تعلیم پیغمبر اکرم ﷺ کے اہداف میں سے ہیں۔ تلاوت سے مراد ایسی تعلیم ہے جو سامعین کو تدبر کی طرف کھینچے کلام الٰہیٰ، اللہ تعالی کے موجود ہونے پر دلالت کرتا ہے اسی لیے اس کو آیات سے تعبیر کیا گیا ہے۔"[3] تربیت اور تزکیہ پیغمبر اکرم ﷺ کی بعثت کا اہم ترین اور اصلی ہدف تھا اور تعلیم، تزکیہ کے لیے ایک وسیلہ ہے یہاں تربیت و تزکیہ کا تعلیم پر مقدم ہونا ہدف کا وسیلے پر مقدم ہونے کا معنی میں ہے۔ تزکیہ کا مقدم ہونا ایک اور بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ پہلے لوگوں کو شرک کی نجاست سے پاک کریں پھر ان کو دینی احکام اور معارف الٰہیہ کی تعلیم دیں۔[4]

قرآن کریم میں پیغمبر اکرم ﷺ کو کتاب کی تعلیم کے ساتھ ساتھ، حکمت کا معلم بھی قرار دیا گیا ہے: وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ یعنی: (پیغمبر) تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ حکمت کیا ہے؟ علامہ جوادی آملی کے مطابق حکمت، دین کے مجموعی قوانین، دستورات اور ایسے واضح و روشن کلمات کو جو مختلف اسرار سے پردہ اٹھائیں حکمت کہا جاتا ہے۔ جیسے پیغمبر اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی اور الہام الٰہی کو حکمت کہتے ہیں۔ قرآن سراسر حکمت ہے: وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ(2:36) ترجمہ: "قسم ہے قرآن حکیم کی۔" قرآن نے حکمت کو

خیر کثیر سے یاد کیا گیا ہے: وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا(2:269) ترجمہ: "اور جسے حکمت دی گئی گویا اسے کثیر خیر عطا کی گئی ہے۔" حکمت کی دو قسمیں ہیں: حکمت نظری اور حکمت عملی۔ حکمت نظری کا تعلق توحید باری تعالی سے ہے اور حکمت عملی کا تعلق اخلاق، فقہ اور انفرادی و اجتماعی حقوق سے ہے۔[5]

تزکیہ

علامہ جوادی آملی کے نظریات کی روشنی میں تعلیم و تربیت کے قرآنی بنیادی اصولوں میں سے دوسرا اہم اصول، تعلیم و تربیت میں تزکیہ کا خاص خیال رکھنا ہے۔ قرآن کریم میں کبھی تزکیہ کو تعلیم پر مقدم اور کبھی تعلیم کو تزکیہ سے پہلے قرار دیا گیا ہے۔ اس بارے میں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ انبیاء کی بعثت کا اہم ترین ہدف لوگوں کا تزکیہ اور تہذیبِ نفس ہے اور اس اہم ہدف کے لیے تعلیم کی ضرورت ہے کیونکہ تعلیم، روحانی اور معنوی تربیت کا مقدمہ ہے اسی لیے اس آیت : رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ۔(2:129) ترجمہ: "اے ہمارے رب! ان میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات سنائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انہیں (ہر قسم کے رذائل سے) پاک کرے"، میں تعلیم کو تربیت پر مقدم کیا گیا ہے۔ وگرنہ تزکیہ، تعلیم پر مقدم ہے کیونکہ انبیاء کی رسالت کا اہم ترین ہدف ہے اور احکامِ الٰہی اور دینی معارف اس اصلی ہدف تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں اور ہدف وسیلہ پر مقدم ہے دوسری آیات جن میں تزکیہ کو تعلیم پر مقدم کیا گیا ہے وہ اسی وجہ سے ہے۔ تزکیہ کے تعلیم پر مقدم ہونے کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ پہلے لوگوں کو شرک کی نجاست اور آلودگی سے پاک کریں اور بعد میں انہیں احکام اور دینی معارف کی تعلیم دیں۔ پیغمبر اکرم ﷺ کا ہدف و مقصد تعلیم و تزکیہ ہے تاکہ لوگوں کو جہالت اور آلودگی سے نکال کر علم و معرفت کی وادی میں لایا جائے اور تاکہ لوگ کمال اور ہدایت تک پہنچ سکیں۔

جہاں تک تزکیہ و تعلیم کی اقسام کا تعلق ہے تو علامہ جوادی آملی کے مطابق تزکیہ کی دو قسمیں ہیں: ابتدائی اور انتہائی۔ ابتدائی تزکیہ تعلیم سے پہلے ہے۔ کیونکہ جب تک کافر، پاک نہ ہو وہ خدا کے کلام کو توجہ سے نہیں سنے گا اور قرآن مجید توجہ کے ساتھ نہیں سنے گا۔ لہٰذا یہ ابتدائی تزکیہ، تعلیم سے پہلے ہے۔ لیکن انتہائی تزکیہ، روح کی پاکی اور طہارت کے ہمراہ ہے اور تعلیم کے بعد حاصل ہوتا ہے۔[6] جس طرح تزکیہ کی دو اقسام ہیں اسی طرح تعلیم کی بھی دو قسمیں ہیں ابتدائی اور انتہائی۔ ابتدای تعلیم علم حصولی اور تصور و تصدیق کے مبانی سے آشنائی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ یہ تعلیم، تزکیہ سے پہلے ہے۔ انتہائی تعلیم علم شہودی اور عرفان کی صورت میں علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے ہمراہ ہے۔ تعلیم کی یہ قسم قرآن کے پیغام "إِن تَتَّقُواْ اللّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَاناً ترجمہ: "اگر تم اللہ سے

ڈرو تو وہ تمہیں (حق و باطل میں) تمیز کرنے کی طاقت عطا کرے گا۔" (29:8) کی روشنی میں تقویٰ سے مدد لینے کے ذریعے "كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ یعنی: "ہر گز نہیں! کاش تم یقینی علم رکھتے"، تو تم ضرور جہنم کو دیکھ لیتے۔" (5،6:102) کے مصداق کے طور پر علم الیقین اور حق الیقین کی منزل تک پہنچنے کا نام ہے۔ یہ تعلیم، تزکیہ کے بعد ہے۔ لیکن تزکیہ کا عروج عین معرفت ہے اور اس مقام پر تعلیم و تزکیہ ایک دوسرے سے جدا نہیں کہ کہا جائے ایک مقدم اور دوسرا موخر ہے۔ کیونکہ عارف اور صالح شخص کا علم، عین تزکیہ ہے۔[7]

تزکیہ نفس کے عملی اقدامات

علامہ جوادی آملی کے مطابق انبیاء کی بعثت کا مقصد فقط تعلیم سے پورا نہیں ہوتا۔ اسی لیے قرآن مجید نے تزکیہ نفس کے عملی اقدامات تجویز فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں:

ا۔ دنیا کی محبت اور لالچ تمام برائیوں کا سرچشمہ اور انسان کو گھٹیا بنا دیتی ہے اسی لیے کنجوسی اور مال و دولت جمع کرنے کو خود اپنے آپ سے دشمنی قرار دیا گیا ہے: وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ (128:4) یعنی ہر نفس کو بخل کے قریب کر دیا گیا ہے۔ بنابریں، سعادت مند انسان وہ ہے جو تقوا کو اپنی ڈھال قرار دے کر خود کو اس اندرونی شر سے محفوظ رکھے: وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (9:59) ترجمہ: "اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے گئے ہیں پس وہی کامیاب لوگ ہیں۔" نفس کے بخل کی رذیلت سے بچنے کے لئے صدقہ، زکات اور دوسرے واجب حقوق کو ادا کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے جو کہ روح کی پاکی اور تزکیہ کا سبب ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ(103:9) ترجمہ: "(اے رسول) آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لیجیے، اس کے ذریعے آپ انہیں پاکیزہ اور بابرکت بنائیں اور ان کے حق میں دعا بھی کریں، یقیناً آپ کی دعا ان کے لئے موجب تسکین ہے اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔" قرآن کریم کی کئی آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اپنے مال کی زکات ادا کرنا، دوزخ سے نجات کا سبب ہے۔ (14-18:92) کامیاب انسان وہ ہے جو فطرہ ادا کرے، خدا کو یاد کرے اور نماز ادا کرے: قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ (14،15:87) ترجمہ: "بتحقیق جس نے پاکیزگی اختیار کی وہ فلاح پا گیا، اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی۔"

۲۔ علامہ جوادی آملی کے مطابق قرآن کریم میں بت پرستی اور روح کی پلیدگی سے بچاو کو تزکیہ نفس کا دوسرا اہم عامل قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ (30:22) ترجمہ: "پس تم لوگ بتوں کی پلیدی سے اجتناب کرو اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔" ایک اور جگہ ارشاد ہوا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً

فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ إِن شَاءَ إِنَّ اللّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (9:28) ترجمہ: "اے ایمان والو! مشرکین تو بلاشبہ ناپاک ہیں لہٰذا اس سال کے بعد وہ مسجد الحرام کے قریب نہ آنے پائیں اور اگر (مشرکین کا داخلہ بند ہونے سے) تمہیں غربت کا خوف ہے تو (اس کی پرواہ نہ کرو) اگر اللہ چاہے تو جلد ہی تمہیں اپنے فضل سے بے نیاز کر دے گا یقینا اللہ بڑا جاننے والا، حکمت والا ہے۔"

۳۔ اسلامی آداب و رسوم کی پابندی، تزکیہ نفس کے عملی اقدامات میں سے تیسرا اہم اقدام شمار کیا گیا ہے۔ علامہ جوادی آملی کے مطابق اسلامی آداب کی رعایت جیسے کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینا، اہل خانہ کو سلام کرنا، بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں نہ جانا اسی طرح کے دوسرے اسلامی آداب روح کی پاکیزگی کا سبب ہیں کیونکہ متواضع ہونا طہارت و پاکی کا سبب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَى لَكُمْ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (24:28،27) ترجمہ: "اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہونا جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ کر لو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے شاید تم نصیحت حاصل کرو۔ اور اگر تم اس گھر میں کسی کو موجود نہ پاؤ تو بغیر اجازت کے اس میں داخل نہ ہونا اور اگر تم سے لوٹ جانے کے لیے کہا جائے تو لوٹ جاؤ، اسی میں تمہاری پاکیزگی ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے خوب آگاہی رکھتا ہے۔" خلاصہ یہ کہ تزکیہ نفس سعادت اور کامیابی کا سبب ہے: قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا (9:91) ترجمہ: "بتحقیق جس نے اسے پاک رکھا کامیاب ہوا۔" اور تزکیہ نفس تقوا کے بغیر ممکن نہیں۔ تزکیہ نفس دل کی پاکی کا بھی موجب ہے اور علمِ نافع کا سبب ہے جس کی اولیائے کرام نے تاکید فرمائی ہے ورنہ علم غیر نافع سے پناہ مانگی گئی ہے۔ اعوذبك من علم لا ينفع"[8] یعنی: "میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔"

تشویق وترغیب

علامہ جوادی آملی کے مطابق تعلیم وتربیت کے بنیادی اصولوں میں سے تیسرا بنیادی اصول، بذریعہ تشویق و ترغیب، تعلیم وتربیت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلِيَعْلَمَ اللهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ (25:57) یعنی: "تاکہ اللہ معلوم کرے کہ کون بن دیکھے خدا اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔۔۔ اس آیت میں الٰہی تعلیم وتربیت میں تشویق کا پہلو چھلکتا نظر آتا ہے۔ تاہم آپ کے مطابق تعلیم وتربیت میں تشویق وترغیب کے لئے مربی اور استاد کے پاس اختیارات اور حکومتی منصب کا ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا اسلام میں حکومت کی تشکیل ضروری ہے۔ اسلام

میں حکومت کا تصور اور قیام من مانی کا سیاسی نظام قائم کرنا نہیں، بلکہ اس کا مقصد لوگوں کی تعلیم وتربیت ہے۔ پس اسلام میں تعلیم وتربیت کا بنیادی اصول تشویق وترغیب ہے۔

البتہ علامہ جوادی آملی کے مطابق جرائم پیشہ لوگوں اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کے ساتھ سختی سے پیش آنا اور انہیں جسمانی سزا دینا بھی غلط اور غیر منطقی نہیں ہے اور نہ ہی تعلیم وتربیت کے منافی ہے۔ آپ کے مطابق قرآن کریم کی وہ آیات جن میں جبر واکراہ کی نفی کی گئی ہے (القرآن: 256:2)، یا آپ ﷺ کو زبردستی نہ کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔ (القرآن: 56:28؛ 45:50؛ 22:88)، ان میں تکوینی امور کی طرف اشارہ ہے، نہ تشریعی امور کی طرف۔ کیونکہ شریعت محمدی میں آپ ﷺ کا فریضہ امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور جرم و جنایات پر سزا دینا ہے۔ بنابریں، منکر کا مرتکب اور مجرم چاہے طالب علم بھی کیوں نہ ہو، اسلامی شریعت کی روشنی میں اسے سزا دینا منطقی، متین اور جائز ہے۔

سائنسی علوم کی ترقی

علامہ جوادی آملی کے مطابق تعلیم وتربیت کے بنیادی اصولوں میں سے چوتھا اہم اصول، سائنسی علوم کی ترقی اور کائنات کی تسخیر پر توجہ ہے۔ آپ کے مطابق مسیحیت کا المیہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد عیسائی پادریوں نے اپنے ذاتی مفادات اور مقاصد کے لیے عیسیٰ کے دین میں تحریف کی اور دین کی ایسی تفسیر پیش کی جو عقلی قواعد اور اصولوں کے خلاف تھی۔ اس تفسیر نے تسخیر کائنات اور سائنسی علوم کی ترقی میں رکاوٹیں کھڑی کیں جس کے نتیجہ میں مختلف علوم کے دانشمند، دین اور سائنسی ترقی میں جدائی کے قائل ہوگئے اور انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ علم اور دین کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں ہے اور دین، خرافات اور خیالی و ذہنی تصورات کا مجموعہ ہے۔[9] لیکن حقیقت یہ ہے کہ دینی تعلیمات اس کے برعکس ہیں۔ علم اور دین ایک دوسرے کے مخالف نہیں بلکہ ایک دوسرے کے مددگار بھی ہیں۔ کیونکہ دینی معارف اللہ تعالیٰ کے ثابت قوانین میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے ذریعے سے ابلاغ کرتا ہے: ناجاھم فی فکرھم فی ذات عقولھم[10] یعنی: "وہ لوگ پروردگار کے ہم راز ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ گفتگو کرتا ہے۔" لہٰذا سب پر فرض ہے کہ اولیائے الٰہی کہ جو وحیِ ناطق بھی ہیں، کے ارشادات اور ثابت اصولوں کی جستجو کریں تا فروعات کا استخراج کر سکیں: علینا القاء الاصول الیکم وعلیکم التفرع[11] یعنی: "ہم پر لازم ہے کہ ہم اصولوں کو بیان کریں اور تم پر لازم ہے کہ ان اصولوں کے ذریعے سے فروعات کا استنباط کرو۔" یہاں جن اصول اور فروعات کی بات ہوئی ہے وہ کسی خاص تعلیمی شعبہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں۔ جہاں ان کا تعلق فقہی اور شرعی احکام سے ہے، وہاں ان سے تمام انسانی اور سائنسی علوم بھی مراد ہیں۔

گذشتہ زمانے میں تمام علوم ایک ہی جگہ پر پڑھائے جاتے تھے۔ اس زمانے کے مدارس اور علمی مراکز میں فزکس بھی تدریس ہوتی تھی اور فلسفہ، کلام اور ریاضی بھی پڑھائی جاتی تھی۔ یہ تمام علوم ایک ہی جگہ پڑھائے جاتے تھے۔ لیکن تیسری صدی کے بعد علوم میں وسعت کی وجہ سے یہ ایک دوسرے سے جدا اور مستقل ہوئے۔[12] اس جدائی کو بہانا بنا کر دین دشمن طاقتوں نے دین کو محدود کرنے اور عقل کو معرفتِ دینی سے علیحدہ کرنے کی سازش کی اور عقل و حس کے توسط سے حاصل شدہ علوم کو سائنس کا نام دے کر اسے دین سے بالکل جدا قرار دے دیا۔ اس غلط تصویر و تصور کا نتیجہ یہ نکلا کہ کائنات بس مادہ اور مادے کے تحولات ہیں اور کوئی خالق و مخلوق نہیں ہے۔

علامہ جوادی آملی کے مطابق یہاں اس بنیادی ترین نکتہ کی طرف توجہ دی جائے کہ عقل، نقلی علوم کے مقابلے میں ہے نہ کہ دین کے مقابلے میں۔ اگر ہم دینی معرفت میں عقل اور نقل کو ایک جگہ قرار دیں تو علم و عقل کا دین کے ساتھ تعارض اور اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جس طرح نقلی دلائل کا دین کے ساتھ تعارض نہیں، بلکہ یہ دلائل خود دین کی شناخت کا منبع و سرچشمہ ہیں، اسی طرح عقل بھی دین کے ساتھ کسی قسم کے تعارض میں نہیں، بلکہ یہ شرعی حجت اور دین کی شناخت کا وسیلہ اور سرچشمہ ہے۔[13]

علم، عمل کے لئے

علامہ جوادی آملی کے مطابق تعلیم وتربیت کے بنیادی اصولوں میں سے پانچواں اصول، علم کو عمل کا مقدمہ قرار دینا اور علم پر عمل ہے۔ کیونکہ انسان ایک ایسی مخلوق ہے جو اپنے تمام اعمال، سوچ اور فکر کی بنیاد پر انجام دیتا ہے۔ اس کا تفکر اس کے کردار میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ نہ ہی اسے تفکر اور نہ ہی جدوجہد سے روکا جاسکتا ہے تاکہ وہ جامد اور غیر متحرک مخلوق بن جائے۔ اسی لئے سب انسان علم و عمل کا مجموعہ ہیں ان کا علم ودانش ان کی فعالیت میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔[14] اگر علم و عمل کا آپس میں مناسب رابطہ نہ ہو تو یہ انسان درست تعلیم وتربیت نہیں پا سکتا۔ پس جتنا انسان کا علم عمیق اور کردار بہترین ہوگا اتنا ہی اس کے علم و عمل کے درمیان رابطہ بہترین ہوگا اور اسی قدر اس کی زندگی موثر اور نتیجہ خیز ہوگی اور ایسے شخص کو حقیقی طور پر زندہ کہا جائے گا۔ اسی لیے انبیاء اور پروردگار کے منتخب نمائندوں کا ہدف و مقصد احیائے انسانیت تھا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اسْتَجِيبُواْ لِلّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُم لِمَا يُحْيِيكُمْ (24:8) یعنی: " اے ایمان والو! اللہ اور رسول کو لبیک کہو جب وہ تمہیں حیات آفرین باتوں کی طرف بلائیں۔" اس آیت کی روشنی میں تعلیم وتربیت کا نتیجہ زندگی وحیات کی سوغات ہونی چاہیے اور کسی علم کے عالم کو ایسی کوئی تعلیم نہیں دینی چاہیے جو بنی نوع بشر کی حیات کو خطرے میں ڈال دے۔

عقل پروری

علامہ جوادی آملی کے مطابق تعلیم و تربیت کے بنیادی اصولوں میں سے چھٹا اہم اصول، عقل پروری ہے اور عقل کی پرورش اور تربیت کا تعلق، علم کے فروغ اور صالح عمل سے ہے۔ علم کے فروغ کا لازمی نتیجہ عقل پروری ہے تاہم آپ کے مطابق علم کی دو قسمیں ہیں : ۱) میزبان علم؛ ۲) مہمان علم۔ میزبان علم وہی ہے جسے پروردگار نے انسانوں کی فطرت میں ڈال دیا ہے: وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (8,7:91) ترجمہ: "اور نفس کی اور اس کی جس نے اسے معتدل کیا، پھر اس نفس کو اس کی بدکاری اور اس سے بچنے کی سمجھ دی۔" یہ علم ضائع نہیں ہوتا، سکھایا بھی نہیں جاتا ہے مادیات اور حیوانی شہوتوں کے غبار تلے دب جاتا اور کمزور پڑ جاتا ہے۔ مہمان علم، ایسا علم ہے جو سکولوں، یونیورسٹیوں اور مدرسوں میں پڑھایا جاتا ہے۔ یہ علم ہمیشہ نہیں رہتا جب انسان بوڑھا ہو جائے تو یہ علم بھول جاتا ہے۔ جیسے بہت سے دانشور بڑھاپے میں فراموشی کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن علم میزبان ایسا علم ہے جو انسانی ضمیر میں ہدایت کے چراغ کی مانند ہے انبیاء نے انسانوں کے دلوں میں ایسے مہمانوں کو دعوت دی جو میزبان سے ہماہنگ تھے جنہوں نے چراغ کے نور کو مزید روشنی بخشی تاکہ عالم با عمل وجود میں آئیں۔ اگر پست مہان آجائے تو وہ اس نور کی روشنی کو کم کر دیتا ہے اور فطرت کو علم کے ساتھ ہمراہی سے روکتا ہے پھر ایسے شخص کی بصیرت تدریجا کم ہو جاتی ہے اور وہ مذہبی اجتماعات اور مراکز سے گریز کرنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو بھی نہیں دیکھ پاتا: فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ (97:3) ترجمہ: "اس میں واضح نشانیاں ہیں۔" پھر وہ تکبر میں مبتلا ہو جائے گا اور زمین وآسمان سمندروں اور پہاڑوں سے عبرت حاصل نہیں کر سکے گا۔

پس مہمان علم کو جلا بخشنا، دراصل عقل پروری ہے۔ وگرنہ انسان ہمیشہ نیکی اور حق کی طرف مائل ہوتا ہے۔ انسان فطری طور پر برا نہیں اور کسی کی برائی بھی نہیں چاہتا اس لیے کہ معارفِ الہیٰ سب کی فطرت میں موجود ہیں۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ انسان پر نصیحت اثر نہیں کرتی جب تک وہ اندرونی طور پر نصیحت کو قبول نہ کرے یہ انسان کی فطرت ہے جو عقل نظری اور عقل عملی کا مجموعہ ہے۔[15]

انسانی کرامت

علامہ جوادی آملی کے مطابق تعلیم و تربیت کے بنیادی اصولوں میں سے ساتواں اہم اصول، انسانی کرامت کی حفاظت ہے۔ رسول اکرم ﷺ پر جو پہلی سورت نازل ہوئی وہ سورہ خلق ہے اس سورہ میں پروردگار کو اکرم کی صفت سے یاد کیا گیا ہے : اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ (3,1:96) یعنی: "(اے رسول) پڑھیے! اپنے پروردگار کے نام سے جس نے خلق کیا۔ پڑھیے! اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔" اس آیت میں معلم

کو ایک خاص وصف سے ذکر کرنا، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی تعلیم کا محور یہی صفت ہے خداوند اکرم قلم کے ذریعے سے کرامت کی تعلیم دیتا ہے اور انسان کو کریم بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالی سب انسانوں کو کرامت کا درس دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب لوگ کریم بن جائیں۔اس علم کے حصول کا ذریعہ فقط پڑھائی اور لکھائی نہیں ہے بلکہ اگر کوئی پڑھنا اور لکھنا نہ بھی جانتا ہو تو پروردگار اس کو دل اور روح کے ذریعے حقیقی معارف سیکھا دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ انسانوں کا حقیقی معلم ہے۔پروردگار بعض انسانوں کو ظاہری تعلیم کے بغیر بھی کرامتِ انسانی سے شرفیاب فرماتا ہے۔ جیسے انبیائے کرام کو اور بعض لوگوں کو انبیاء کے ذریعے سے کرامت کے عالی مقام تک پہنچاتا ہے جیسا کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق[16] یعنی: "میں اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں تا کہ مکارم اخلاق کو کمال تک پہنچاؤں۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو کریم کا عنوان دیا ہے، شریعت کے معلّمین اور اساتذہ کو بھی کریم کا لقب دیا ہے اور مکتب وحی کے شاگردوں کو بھی کرامت کی طرف دعوت دی ہے۔ وہ تمام چیزیں جو انسان کی تعلیم وتربیت کا محور ہیں انہیں کریم کا لقب دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیغام پہنچانے پر مامور فرمایا تو انہیں "عباد کریم" سے یاد کیا انبیا کرام جو انسانوں کے معلم ہیں انہیں بھی "کریم" کے لقب سے نوازا اور انبیاء کے صحیفوں کو "صحف مکرمہ" سے یاد فرمایا ہے اور دین کی اساس تقویٰ کو بھی "کرامت" کا سبب قرار دیا ہے۔[17] اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر ایک تعلیمی نظام انسان کو کرامت تک نہیں پہنچا سکتا تو جان لینا چاہئے کہ وہ نظام کامیاب نظام نہیں ہے۔

ایمان پروری

علامہ جوادی آملی کے مطابق تعلیم وتربیت کے بنیادی اصولوں میں سے آٹھواں اہم اصول، ایمان پروری ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ علم ودانش کی ایمان کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے مطابق ایمان تعلیم سے نہیں، بلکہ تزکیہ سے حاصل ہوتا ہے۔علامہ جوادی آملی اس مدعا کو ردّ کرتے ہیں۔ان کے مطابق ایمان کی دو قسمیں ہیں: ۱)استدلالی ایمان؛ ۲) شہودی ایمان۔ شہودی ایمان، تہذیب اور تزکیہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے لیکن اس کا معنی یہ نہیں کہ انبیاء اور اولیاء کا ایمان، علم اور برہان سے خالی ہوتا ہے۔انبیاء نے ہمیشہ استدلالی ایمان پر زور دیا ہے اور استدلال کی بنیاد پر ایمان کی عمارت کھڑی کی ہے۔پس اسلامی تعلیم وتربیت کا ہدف استدلالی ایمان پروری ہونا چاہیے۔مثال کے طور پر اگر ایک انسان کو یہ باور کروا دیا جائے کہ تمام موجودات عین ربط اور بارگاہ ربوبی میں محتاج محض ہیں تو وہ آسانی سے اس امر پر استدلال قائم کر سکتا ہے کہ پس خدا ہی تمام موجودات کی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے۔یہ استدلال انسان کو وہ ایمان عطا کر سکتا ہے جس کی طرف قرآن کریم میں یوں

اشارہ ہوا ہے[18]: مَّا مِن دَآبَّةٍ إِلاَّ هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ(56:11) یعنی: " میں نے اللہ پر بھروسہ کیا ہے جو میرا اور تمہارا رب ہے، کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی پیشانی اللہ کی گرفت میں نہ ہو، بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔"

*****

حوالہ جات

1۔ مجلّہ رشد معلم، (شمارہ11، 1983) 13۔

2 مجلّہ رشد معلم، 11۔

3۔ عبداللہ جوادی، آملی، *تسنیم*، ج7 (قم: انتشارات اسرا، 2005)، 491۔

4۔ عبداللہ جوادی آملی، *تسنیم*، ج7، 492۔

5۔ عبداللہ جوادی، آملی، *تسنیم*، ج7 (قم: انتشارات اسرا، 2005)، 505۔

6۔ روح اللہ، امام خمینیؒ، *کشف الاسرار*، ج1 (قم: انتشارات امام خمینی، ندارد)، 411۔

7۔ عبداللہ جوادی، آملی، *تسنیم*، ج6 (قم: انتشارات اسرا، 2012)، 503۔

8۔ علامہ محمد باقر، مجلسی، بحار، ج2، ج83 (تہران: دارالکتب الاسلامیہ، ندارد)، 63،18۔

9۔ عبداللہ جوادی، آملی، *شریعت درآینہ معرفت* (قم: انتشارات اسرا، 1993)، 166۔

10۔ سید محمد، رضی، *نہج البلاغہ*، (قم: ندارد، 2000)، 222۔

11۔ علامہ محمد باقر، مجلسی، *بحارالانوار*، جلد2 (تہران: دارالکتب الاسلامیہ، ندارد)، 245۔

12۔ عبداللہ جوادی، آملی، *منزلت عقل در ہندسہ معرفت دینی* (قم: انتشارات اسرا، 2007)، 108۔

13۔ عبداللہ جوادی آملی، *منزلت عقل در ہندسہ معرفت دینی*، 110۔

14۔ عبداللہ جوادی، آملی، *شکوفیی عقل در پرتو نہضت حسینی* (قم: انتشارات اسرا، 2007)، 118۔

15۔ عبداللہ جوادی، آملی، *شکوفایی عقل در پرتو نہضت حسینی* (قم: انتشارات اسرا، 2014)، 127۔

16۔ علامہ محمد باقر، مجلسی، *بحارالانوار*، ج16 (تہران: دارالکتب الاسلامیہ، ندارد)، 210۔

17۔ عبداللہ جوادی، آملی، *ہدایت در قرآن* (قم: انتشارات اسرا، 2016)، 136۔

18۔ عبداللہ جوادی، آملی، *شریعت در آئینہ معرفت* (قم: انتشارات اسرا، 1993)، 157۔

کتابیات

1) مجلّہ رشد معلم،(شمارہ11،1983)۔
2) آملی، عبداللہ جوادی، *تسنیم*، ج7 ، قم، انتشارات اسرا، 2005۔
1) امام خمینیؒ، روح اللہ، *کشف الاسرار*، ج ا ، قم، انتشارات امام خمینی، ندارد۔
2) آملی عبداللہ جوادی، ، **تسنیم**، ج6، قم، انتشارات اسرا، 2012۔
3) مجلسی، علامہ محمد باقر، بحار، ج 2، ج83 ، تہران، دار الکتب الاسلامیہ، ندارد۔
4) آملی، عبداللہ جوادی، *شریعت در آینہ معرفت* ، قم، انتشارات اسرا، 1993۔
5) رضی، سید محمد، *نہج البلاغہ*، (قم: ندارد، 2000)، 222۔
6) مجلسی، علامہ محمد باقر، *بحار الانوار*، جلد2 (تہران: دار الکتب الاسلامیہ، ندارد)، 245۔
7) آملی، عبداللہ جوادی، *منزلت عقل در ہندسہ معرفت دینی*، قم، انتشارات اسرا، 2007۔
8) آملی، عبداللہ جوادی، *شکوفیی عقل در پرتو نہضت حسینی* (قم: انتشارات اسرا، 2007)، 118۔
9) آملی، عبداللہ جوادی، *ہدایت در قرآن* (قم: انتشارات اسرا، 2016)، 136۔